OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

پاکستان میں غیرت کے نام پر قتل: اسباب اور قرآن وسنت کی روشنی میں حل

Honor Killings in Pakistan: Causes and Solutions in the light of Quran and Sunnah

Dr. Navid Iqbal
Assistant Professor, Department of Hadith & Hadith Sciences, AIOU, Islamabad
Waheed Abdullah Khan
Assistant Professor, Govt. College Alpuri, Shangla
Mr. Sadiq Ali
Lecturer, Department of Islamic & Pakistan Studies, Kohat University

Abstract

In the contemporary age in Pakistan, the right to live is being taken away from human beings due to various reasons. Hundreds of young men and women are killed every year in Pakistan, whose only fault is that they have prioritized their own choice in the matter of marriage over the choice of their family. Why didn't you agree to it? Apart from this, someone is killed based on suspicion. Moreover, these incidents not only cost the life of a person but also start a fight between two families. A few such incidents are mentioned during the Prophet's Prophethood, in which he was prevented from being killed in the name of honor. In this paper, along with explaining the causes of honor killings, their solution will be presented in the light of Quran and Sunnah. Apart from this, the fact of honor killing will also be clarified, what is the perspective of Islam in this regard.

Keywords: Honor killings, Causes, Quran and Sunnah, Shari'a Status

تمہید

دور حاضر میں ناموس کی خاطر بالفاظ دیگر غیرت کے نام پر قتل کرنا معاشرے کے لئے ایک نا قابل معافی جرم بن گیا ہے۔ غیرت کے نام پر قتل نہ صرف پاکستانی معاشرے کا حصہ ہے بلکہ یہ جرم دنیا کے بہت سارے ممالک میں ہر سال ہزاروں کی تعداد میں عورتوں کو ان کے قریبی رشتہ داروں کی طرف سے خاندان کی عزت اور تحفظ کے نام پر قتل کر کے موت کی بھینٹ چڑھا دیتا ہے۔[1] ایسی عظیم اور خطرناک جرم کا ارتکاب کرنے والوں کے سامنے یہ بات ہوتی ہے کہ انکی شناخت اور عزت و احترام انکے خاندان کے نام اور شہرت ہی سے جڑی ہوئی ہے۔ اسی وجہ سے جب بھی خاندان کی بدنامی کا اندیشہ ہوتا ہے تو قریبی رشتہ دار ہی قاتل بن جاتے ہیں۔ کیونکہ ان لوگوں کے گمان فاسد میں اس بدنامی کو دور کرنے کا واحد حل قتل ہی ہوتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ غیرت کا تعلق امور فطرت سے ہے۔ اور یہ انسان کے اندر فطری طور پر تخلیق کی گئی ہے۔ عربی میں غیرت بڑائی اور خودداری کا وہ جذبہ ہے جو غیر کی شرکت کو ادنی درجے تک قبول نہیں کرتا۔ اس لیے غیرت سے محروم انسان پاکیزہ اور صاف زندگی سے محروم ہوتا ہے۔ اور جس کے اندر پاکدامنی نہ ہو تو پھر اس شخص کی زندگی جانوروں کی زندگی سے بھی زیادہ بدتر اور گئی گزری ہوتی ہے۔[2] اللہ تبارک وتعالی نے انسان کو اپنی ذات کے معاملے میں غیرت مند اور حساس بنایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان کتنا بھی کمزور اور لاچار کیوں نہ ہو لیکن پھر بھی آخری سانس تک اپنی عزت و آبرو کی حفاظت میں جان کی بازی لگائے رکھتا ہے۔ اس وجہ سے جس قوم کے اندر غیرت اور ناموس کا جذبہ موجود رہے گا اس کی نسل برقرار رہے گی اور اپنی تعمیری زندگی برقرار پائی گی۔ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غیرت کو صفات حمیدہ میں شمار کیا ہے۔ صحیح بخاری کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ غیرت والے ہیں، اس کے بعد میں سب سے زیادہ غیرت والا ہوں، اور مومن بھی غیرت مند ہوتا ہے۔[3]

غیرت کا تعلق امور فطرت سے ہے جیسا کہ ہم نے پہلے بھی ذکر کیا چاہے وہ بندہ مسلمان ہو غیر مسلم ہو کوئی بھی شخص یہ پسند نہیں کرتا کہ ان کی عزت و ناموس کو کوئی ادنی درجے تک نقصان پہنچائے اس کے لئے وہ اپنے آپ کو بھی قربان کر سکتا ہے۔ اس لئے ایک سچا مسلمان اگر کہیں پر غیرت کا مظاہرہ کرتا ہے تو اس میں سب سے پہلی چیز اللہ تعالی، قرآن کریم اور رسول اللہ ﷺ کی عزت اور ناموس ہے اس کے بعد اپنی بیوی، ماں، بہن اور دیگر رشتہ داروں کے حوالے سے غیرت وحمیت کا مظاہر کرتا ہے۔ یہ بھی یاد رکھنا لازمی امر ہے کہ غیرت و حمیت سے مراد وہ ہے جس کو شریعت میں پسندیدہ قرار دیا گیا ہو۔ ایسے غیرت کے اظہار کے بارے میں بیسیوں واقعات احادیث کے ذخیرے میں موجود ہیں۔ حتیٰ کہ اس حوالہ سے خود جناب نبی اکرمؐ اور ازواج مطہرات کے متعدد واقعات ہیں جو اسلامی تعلیمات میں اس جذبۂ صادقہ کی اہمیت کو واضح کرتے ہیں۔ اس غیرت کے بارے میں حضرت مغیرہ رضی اللہ سے روایت ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے ایک بار فرمایا کہ اگر میں اپنی زوجہ کے ساتھ کسی غیر مرد کو دیکھ لوں تو میں فوراً اس شخص کو تلوار سے موت کی گھاٹ اتار دوں گا۔ ان کی یہ بات جب آپ ﷺ تک پہنچی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا آپ لوگوں کو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ کی غیرت پر حیرت ہو رہی ہے۔ میں تو ان سے زیادہ غیرت مند ہوں جبکہ اللہ تعالی تو مجھ سے بھی زیادہ غیرت مند ہیں۔[4] سنن ابی داؤد کی روایت میں ہے کہ ایک دن آپ ﷺ حضرت عائشہؓ کے پاس ان کے حجرہ میں تشریف لائے تو ایک نوجوان کو ان کے حجرے میں بیٹھے ہوئے دیکھا۔ یہ دیکھتے ہی آپؐ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا جسے حضرت عائشہؓ نے بھانپ لیا اور فوراً وضاحت کی کہ یا

رسول اللہ! یہ میرا رضاعی بھائی ہے۔ ان روایات سے معلوم ہوا کہ ایک مسلمان اللہ تعالی کی ذات، قرآن کریم اور رسول اللہ ﷺ کی ذات کے بعد جس چیز پر غیرت کا مظاہرہ سب سے زیادہ کرتا ہے وہ میاں بیوی کے مابین تعلقات اور خاندانی عصمت و عفت میں کسی قسم کی داغ اور بدنامی کا ذریعہ بننے والے افعال اور اعمال ہیں کیونکہ ایک مسلمان اللہ تعالی کی ذات، کلام پاک اور جناب رسول اللہ ﷺ کی بے حرمتی پر جس طرح طیش میں آجاتا ہے اسی طرح ایک مسلمان کو اپنی عصمت وعفت بھی بہت عزیز ہوتی ہے جس میں وہ کسی قسم کی بدنما داغ کو قطعی طور پر برداشت کرنے کو تیار نہیں ہوتا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ غیرت ایک فطری عمل ہے لیکن دوسرے طرف اسی غیرت پر عمل کرنے کے لئے بھی ضروری ہوتا ہے کہ اس کا عمل قرآن وسنت کے خلاف نہ ہو اور اس کے ارتکاب سے دیگر جرائم اور مسائل پیدا نہ ہوں۔ اس لئے شریعت میں ہر وہ عمل گناہ کے زمرے میں داخل ہوتا ہے جس میں قوانین شریعت سے روگردانی کی گئی ہو۔ اس مقالے میں غیرت کے نام پر قتل کرنے کے "خاندان سے باہر شادی، ناجائز تعلقات، معاشقہ، محض شکوک وشبہات، تربیت کے عدم فقدان اور دینی تعلیم سے ناواقفیت جیسے وجوہات کا تعین کرکے ان کا حل قرآن وسنت کی روشنی میں بیان کیا جائے گا۔

غیرت کے نام پر قتل کرنے کی شرعی حیثیت

دین اسلام ایک ایسا دین ہے جس میں اللہ تعالی نے انسان کی پیدائش سے لے کر موت اور قیامت تک آنے والے تمام مسائل کے احکامات وضاحت کے ساتھ بیان کئے ہیں۔ انسانی زندگی سے متعلق کسی بھی پہلو کو مخفی اور نظر انداز نہیں کیا گیا ہے۔ حلال و حرام اور جائز ناجائز تمام امور کو مدلل انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ ہر انسان کی ذمہ داری کو بھی واضح کیا گیا ہے۔ کیونکہ انسان کا تعلق کسی ایک معاشرے سے ضرور ہوتا ہے اس لئے اس معاشرے میں رہتے ہوئے شریعت کے اصولوں پر عمل پیرا ہونے کی بار بار تاکید کی گئی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ غیرت ایک فطری عمل ہے لیکن کیا غیرت کی بناء پر کوئی بندہ قتل جیسا عمل بھی کر سکتا ہے کہ نہیں؟ کیا ایک شخص غیرت اور حمیت کی بناء پر اپنے جذبات کے سمندر میں بہہ کر قانون کو ہاتھ میں لے کر کسی کی زندگی لے سکتا ہے؟ یا یہ کہ وہ ہوش اور صبر کا دامن پکڑ کر قانون کے دائرے سے نہ نکلے اور معاملہ کو اللہ تعالی اور ریاست کی ذمہ داری پر چھوڑے۔ اور جرم کے مرتکب شخص کو قانونی طریقے سے قتل تک کی سزا دلوائی جائے۔ قرآن کریم میں "قتل" کو اکبر الکبائر سے تعبیر کیا گیا ہے۔ سورۃ النساء میں فرمایا ہے: "جو کسی مؤمن کو قصداً قتل کرڈالے، اس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے اسے اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے اور اس کے لئے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے"۔[5] حافظ ابن کثیرؒ آیت " وَمَن يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا " کی تفسیر میں قتلِ عمد کو گناہِ عظیم اور معصیتِ کبریٰ قرار دیتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ ناحق کسی مسلمان کو قتل کرنا اتنا بڑا گناہ ہے کہ اللہ عزوجل نے اسے شرک جیسے ظلمِ عظیم کے ساتھ ملا کر بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: "وہذا تہدید شدید ووعید اکید لمن تعاطی ہذا الذنب العظیم، الذی ہو مقرون بالشرک باللہ فی غیر ما آیۃ فی کتاب اللہ"۔[6] سورۃ البقرۃ میں قتل کی سزا قصاص کو قرار دیا گیا ہے: "اے ایمان والوں تم پر مقتولوں کے بارے میں قصاص کو فرض قرار دیا گیا ہے آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت پھر جس کو مقتول کے بھائی کی طرف سے معاف کیا جائے تو قاتل سے خون بہا کا مطالبہ کرنا ہے دستور کے مطابق اور پہنچا دینا ہے خون بہا کے اس مال کو اس کے حقدار کے پاس خوبی اور بھلائی کے ساتھ"۔[7] آیات کے علاوہ بہت سارے احادیث میں بھی قتل ناحق کو عظیم جرم قرار دیا گیا ہے۔ اس حوالے سے چند احادیث کے ذکر کرنے پر اکتفاء کریں گے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کسی مسلمان کو گالی دینا فسق اور اس کو قتل کرنا کفر ہے۔[8] جبکہ ایک اور روایت میں جس کو بہت سارے محدثین نے بھی روایت کیا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالی انسانوں کے مابین خون ناحق کا حساب لیں گے۔[9] سنن ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ اگر کسی مومن انسان کے قتل میں زمین و آسمان والے متفق ہو جائیں تو بھی اللہ ان سب کو جہنم میں داخل کر دے گا۔[10]

ایک اور روایت میں آپ ﷺ نے اپنی امت کو خبر دار کرتے ہوئے فرمایا ہے: "کہ زمانہ قریب ہوتا جائے گا علم کم ہوتا جائے گا، بخل بڑھ جائے گا، فتنے ظاہر ہونگے اور ہرج زیادہ ہو جائے گا اس پر صحابہ نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہرج کا کیا مطلب؟ آپ ﷺ نے کہا کہ قتل، قتل"۔ اس روایت میں آپ نے قتل کو دوبار ذکر کر کے اس طرف اشارہ کیا کہ آخر میں یہ زیادہ ہو جائے گا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ سب پیشن گوئیاں سچی ثابت ہوگئی ہیں اور دن بدن اس میں اضافہ دیکھنے کو مل رہا ہے۔ اس وقت ہر طرف اگر نظر اٹھا کر دیکھا جائے تو قتل ناحق ہی نظر آئے گا یہ اور بات ہے کہ قتل کی وجوہات اور اسباب مختلف ہونگے لیکن ہدف ایک ہی ہے اور وہ قتل ناحق ہے۔ جبکہ احادیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی انسان کو ان تین صورتوں میں ہی قتل کیا جاسکتا ہے اور قتل کرنا جائز ہے اس کے علاوہ نہیں اور وہ یہ تین چیزیں ہیں:

1- قصاص کے طور پر قتل کرنا۔ 2- شادی شدہ زانی۔ 3۔ مرتد جو دین سے پھیر جائے اور کفار کے ساتھ مل جائے۔

قتل کے حوالے سے جتنی بھی آیات اور احادیث ہیں ان سب کے مطالعہ کے بعد اگر ہم قتل غیرت کا جائزہ لیں تو یہ بات کھل کے سامنے آتی ہے کہ شریعت اسلام میں اس قسم کے قتل کی کوئی گنجائش نہیں بلکہ یہ ایک غیر شرعی اور غیر قانونی طریقہ کے ذریعے سے ایک انسان کی جان لی جاتی ہے۔ مزید یہ اس قسم کے افعال میں مزید دیگر جرائم کی طرف راستے کھل جاتے ہیں۔ اس لئے دین اسلام میں اس قسم کی قتل کی نہ کوئی اجازت ہے اور نہ ہی اس کی ترغیب دی گئی ہے بلکہ اسلام نے ہر حال میں قرآن وسنت کی اطاعت اور قانون کی پاسداری کی تلقین کی ہے۔ آپ ﷺ کی دور نبوت میں اس قسم کی چند واقعات کا ذکر ملتا ہے جس میں غیرت کے نام پر ان کو قتل کرنے سے روکا گیا ہے۔ مثلا: حضرت ابن مسعود رضی اللہ کی روایت میں ہے کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ اگر کوئی اپنی اہلیہ کے ساتھ رنگے ہاتھوں کسی مرد کو پالے تو کیا وہ اس کو قتل کر سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں۔ سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: کیوں نہیں، قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کا اعزاز بخشا۔ سنو اپنے سردار کی بات سنو۔ یہ بہت غیرت مند شخص ہے، حالانکہ میں اس سے زیادہ غیرت والا ہوں اور اللہ مجھ سے زیادہ غیرت مند ہیں۔[11]

ایک اور روایت میں سلمہ بن محبق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب حدود کی آیت نازل ہوئی تو سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے جو ایک غیرت مند شخص تھے، پوچھا گیا: اگر آپ اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو پائیں تو اس وقت آپ کیا کریں گے؟ جواب دیا: میں تلوار سے ان دونوں کی گردن اڑادوں گا، کیا میں چار گواہ ملنے کا انتظار کروں گا؟ اس وقت تک تو وہ اپنی ضرورت پوری کر کے چلا جائے گا، اور پھر میں لوگوں سے کہتا پھروں کہ فلاں شخص کو میں نے ایسا ایسا کرتے دیکھا ہے اور وہ مجھے حد قذف لگا دیں، اور میری گواہی قبول نہ کریں، پھر سعد رضی اللہ عنہ کی اس بات کا تذکرہ نبی اکرم ﷺ سے کیا گیا، تو آپ نے فرمایا: "(غلط حالت میں)" تلوار سے دونوں کو قتل کر دینا ہی سب سے بڑی گواہی ہے"، پھر فرمایا: "نہیں" میں اس کی اجازت نہیں دیتا،

مجھے اندیشہ ہے کہ اس طرح غیرت مندوں کے ساتھ متوالے بھی ایسا کرنے لگیں گے۔[12] رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اسلام میں غیرت کے نام پر قتل کی گنجائش نہیں ہے، بلکہ گواہ لانے کی تلقین پائی جاتی ہے اور یہ بات نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے اپنے الفاظ "لا" اور "نعم" کی صورت میں دوٹوک موجود ہے۔

البتہ یہاں پر قتل غیرت کی ایک اور صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ کوئی عورت اپنی عزت وناموس کو بچانے کے لئے عصمت کو لوٹنے والے مرد کو قتل کر دے تو اس صورت میں اہل علم کا اتفاق ہے کہ ایسی صورت میں عورت اپنی دفاع کر سکتی ہے۔ جیسا کہ ڈاکٹر زحیلیؒ نے لکھا ہے کہ تمام فقہاء کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عورت کو اپنی عصمت اور ناموس کی دفاع ضرور کرنی چاہئے کیونکہ ایک غیر مرد کے ہاتھ لگنا اس کے لئے حرام ہے۔

مصر کے معروف مذہبی ماہر قانون عبد القادر عودہ لکھتے ہیں: عزت پر حملے کی صورت میں مدافعت کرنا تمام فقہاء کے نزدیک فرض ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص کسی کی عزت کو پامال کرنا چاہے اور وہ عورت اس شخص کو قتل کر کے دفاع کر سکتی ہو اور اس کیلئے ممکن ہو تو عورت پر اس مرد کو قتل کر دینا فرض ہے کیونکہ عورت کا اپنے اوپر مرد کو قدرت دینا حرام ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص یہ دیکھے کہ کوئی آدمی زنا کر رہا ہے یا زنا کی کوشش کر رہا ہے اور وہ شخص اس کو قتل کیے بغیر روک نہیں سکتا تو اس کیلئے قتل کرنا اگر ممکن ہو تو اس کیلئے ایسا کرنا بھی جائز ہے۔ اگر مرد عورت کی رضامندی سے ہی گھر میں داخل ہو تو بھی وہ مجرم ہے کیونکہ گھروں میں داخلے کیلئے عام حالت میں بھی غیر مرد کو صرف مردوں ہی کی اجازت لینا ہے عورت کی اجازت کوئی معنی نہیں رکھتی، جرم کرنے اور کسی گھر کی خواتین کی آبروریزی کی نیت سے گھر میں داخل ہونا سنگین ترین جرم ہے چاہے اس میں عورت کی رضامندی ہی کیوں نہ ہو۔ اسکی دلیل یہ بھی ہے اگر چوری کا مال چور سے بچاتے ہوئے چور مارا جائے تو اس کا خون رائیگاں جائیگا۔[13] بعض حضرات کا موقف یہ ہے کہ ہر شخص کو اپنی جان ومال اور ابرو کے تحفظ کا حق حاصل ہے اور اسلام میں بھی اس کو یہ حق حاصل ہے، چونکہ وقوعہ زنا کے وقت بدکردار شخص کسی کی عزت پر ہاتھ ڈالتا ہے لہذا اگر عین وقوعہ کے وقت اسے سربراہ خانہ قتل بھی کر دے تو اس کو یہ حق حاصل ہے۔ ایسی صورت میں اس قاتل پر نہ قصاص ہے اور نہ دیت اور نہ تعزیر۔ جسکی دلیل رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا یہ ارشاد ہے: عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ -ﷺ- كَانَ يَقُولُ : الدَّارُ حَرَمٌ فَمَنْ دَخَلَ عَلَيْكَ حَرَمَكَ فَاقْتُلْهُ۔ قَالَ أَبُو أَحْمَدَ : مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ السُّلَمِيُّ الْبَصْرِيُّ عَنْ يُونُسَ بْنِ عُبَيْدٍ مُنْكَرُ الْحَدِيثِ سَمِعْتُ ابْنَ حَمَّادٍ يَذْكُرُهُ عَنِ الْبُخَارِيِّ۔ قَالَ الشَّيْخُ وَقَدْ رُوِىَ بِإِسْنَادٍ آخَرَ ضَعِيفٍ عَنْ يُونُسَ بْنِ عُبَيْدٍ وَهُوَ إِنْ صَحَّ فَإِنَّمَا أَرَادَ وَاللَّهُ أَعْلَمُ أَنَّهُ يَأْمُرُهُ بِالْخُرُوجِ فَإِنْ لَمْ يَخْرُجْ فَلَهُ ضَرْبُهُ وَإِنْ أَتَى الضَّرْبُ عَلَى نَفْسِهِ "۔[14] گھر حرم ہے جو شخص تمہارے حرم میں داخل ہو، اسکو قتل کر دو۔ شیخ فرماتے ہیں کہ یونس بن عبید سے ضعیف سند سے یہ بھی منقول ہے کہ اسے نکلنے کا کہے، اگر نہیں نکلتا تو اسے مارے چاہے وہ اس مار سے مر جائے۔

غیرت کے نام پر قتل کرنے کے بنیادی اسباب اور قرآن وحدیث کی روشنی میں ان کا حل

غیرت کے نام پر قتل کرنے کے بہت سارے وجوہات اور اسباب ہو سکتے ہیں لیکن ہم یہاں پر سب سے اہم اور بنیادی اسباب کا تعین کریں گے پھر قرآن وسنت کی روشنی میں ان کا حل پیش کریں گے۔

1۔ موجودہ معاشرے میں پسند کی شادی کرنا

اس میں کوئی شک نہیں کہ موجودہ دور میں بہت سارے قتل اس پسند کی شادی کی وجہ سے ہو رہے ہیں۔ کیونکہ ہمارے معاشرے میں یہ تصور کیا جاتا ہے کہ اگر مرد یا عورت نے اپنی پسند کی شادی کی ہے تو اس نے بہت بڑا جرم کیا ہے جس کی وجہ

سے پھر ان کو قتل کر دیا جاتا ہے۔ پسند کی شادی کی نوبت بھی اس وقت آتی ہے جب لڑکے یا لڑکی کو یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ان کے گھر والے ان کی یہ شادی نہیں کرنے دیں گے تب دونوں آپس میں عدالت کے ذریعے سے نکاح کر لیتے ہیں۔ اس لئے ان کا یہ نکاح اتنا بڑا جرم بن جاتا ہے کہ اکثر لڑکی والے میاں بیوی دونوں کو یا پھر لڑکی کو موقع پا کر موت کی نیند سُلا دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ سب کچھ دین اسلام کی تعلیمات سے ناواقفیت یا پھر عناد کی بناء پر ایسا کیا جاتا ہے۔ جبکہ اسلام، قانون اور شریعت یہ سب پسند کی شادی کی اجازت دیتے ہیں لہذا والدین کو بھی چاہیئے کہ رشتہ طے کرتے وقت اولاد کی مرضی اور پسندیدگی کا خیال رکھیں تا کہ "قتلِ غیرت" جیسی لعنت کی نوبت ہی نہ آئے۔ دین اسلام نے پاک وصاف معاشرے کے قیام کے لئے اور عفت وعصمت کی حفاظت کے لئے پسند کی شادی کو نہ صرف جائز قرار دیا ہے بلکہ سراہا بھی ہے، اسلام میں اس حوالے سے صاف اور واضح ہدایات موجود ہیں۔ قرآن پاک میں ہے: "فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لكم من النساء---الخ "۔[15] اور عورتوں میں سے جو تم کو اچھی لگیں تو ان سے نکاح کر لو۔

اسی طرح احادیث میں بھی آتا ہے جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ کی روایت میں ہے۔" إذا أراد أحدُكم أن يتزوَّجَ المرأةَ ، فإن استطاع أن ينظُرَ منها إلى ما يدعوه إلى نِكاحِها فليفعَلْ---"[16] یعنی جب تم میں کوئی شخص کسی عورت کو پیغام نکاح دے تو اگر ممکن ہے تو اس کو دیکھ لے اس کے بعد نکاح کرے۔ اس کے علاوہ دیگر احادیث اور علماء کے اقوال سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مرد وعورت کو پسند کی شادی کرنے کا حق شرعی حاصل ہے لہذا جب شریعت نے معاشرتی امن آمان اور گھریلو سکون کی خاطر پسند کی شادی کی اجازت دی ہے پسند کی شادی کے نتیجے میں قتل جیسے اقدام سے گریز کرنا چاہئے کیونکہ اس سے نہ صرف معاشرے کا امن وسکون متاثر ہوتا ہے بلکہ اللہ ورسول کے احکام پر زیادتی بھی ہو جاتی ہے۔ قرآن وسنت میں جواز کا استدلال ہونے کے باوجود معاشرے میں اسی سبب پر قتل ہوتے ہیں۔ کیا یہ قاتل اللہ ورسول سے زیادہ غیرت مند ہیں؟ اللہ ورسول ﷺ کے احکامات کو توڑتے ہوئے ان کی غیرت کہا جا مرتی ہے؟؟ یہ سب قرآن تعلیمات سے بے خبری یا ان پر نا عملی ہی کا نتیجہ ہے جو اس سبب کیوجہ سے قتل ہوتے ہیں۔

2۔ مخلوط معاشرہ کا ہونا

اس میں کوئی شک نہیں کہ دور حاضر میں بہت ہی کم ایسے مقامات، ادارے اور شاپنگ مالز، ہوٹلز، تعلیمی ادارے ہونگے جہاں پر مرد وزن کا اختلاط نہ ہوتا ہو گا۔ آج ہر طرف مخلوط نظام عام ہو چکا ہے۔ جس کی وجہ سے بھی بہت سارے مواقع پر غلط فہمیوں کی وجہ سے لڑکیوں پر ناجائز تعلقات کا الزام لگا کر ان کو قتل کر دیا جاتا ہے۔ حالانکہ مخلوط معاشرے میں ضروری نہیں ہوتا کہ ایک دوسرے کے ساتھ ناجائز تعلقات ہی ہونگے بلکہ شیطانی وسوسوں کی وجہ سے غلط فہمی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ خصوصا مخلوط تعلیمی اداروں میں اس قسم کے واقعات زیادہ رونما ہوتے ہیں۔ کیونکہ مخلوط تعلیم نوجوان نسل کی دو مخالف صنفوں کو دن بھر اکھٹا رہنے ک کا موقع فراہم کرتی ہے۔ اس وقت جانبین میں سے ہر ایک عمر کی جوانی والی ہوتی ہے اور اس وقت نفس انسانی اسلام کی حدود پھلانگنے کی سر توڑ کوشش میں مصروف ہوتا ہے۔ یہ عمر دور اندیشی اور سنجیدگی سے تہی دامن ہوتی ہے اس ہیجان خیز عمر کے اثرات اتنے زور آور ہوتے ہیں کہ وہ صرف خود ہی نہیں نوجوانوں سے تعلق رکھنے والے افراد / گھرانے بھی اسی اضطراب اور بے چینی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اس لئے ایسی صورت حال ضرورت اس بات کی ہے کہ نوجوانوں کی ایسی تربیت کی جائے کہ وہ مخلوط معاشرے میں رہ کر بھی نہ صرف اپنی دامن کو بچائے رکھے بلکہ دوسروں کی عزت وناموس سے اپنی دامن کو بھی محفوظ

رکھ سکے مزید یہ کہ دوسروں کو موقع ہی نہ دے کہ وہ ان کے بارے میں بدگمانی میں مبتلا ہو جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ خواتین کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ ایسے ماحول میں اپنی ستر کا خاص خیال رکھے۔ باریک اور نرم لباس پہننے سے گریز کریں۔ ایسا لباس اختیار نہ کرے جس کی وجہ سے مردوں کی نظریں ان کے طرف جائے۔ بلکہ حجاب اور پردہ پوشی کے اہتمام کے ساتھ اپنی تعلیم، کام اور ذمہ داری کو نبھائے۔ دین اسلام نے ہر اس فعل اور عمل سے دور رہنے کی تلقین کی ہے جس میں فتنہ اور فساد کا اندیشہ ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ مرد و عورت کے روزانہ میل جول سے عموماً صنف نازک سے دلی وابستگی ہو جاتی ہے تو جب اس وابستگی کا لڑکی کے خاندان کو پتہ چل جاتا ہے تو یا تو وہ مرد اور یا پھر مرد و عورت دونوں بغیر کسی جرم کے خاندان کے ہاتھوں قتل ہو جاتے ہیں۔ یہاں قصور مرد و عورت کا نہیں بلکہ مخلوط معاشرہ قتل غیرت کا سبب بن جاتا ہے تو ضرورت اس امر کی ہے کہ نوجوان نسل کی دینی پہلو سے زیادہ سے زیادہ تربیت کی جائے تاکہ ان کی زندگی کو کسی قسم کا خطرہ نہ ہو۔

3۔ شادی بیاہ میں اسلامی اصولوں کو نظر انداز کرنا

ہمارے معاشرے میں چونکہ ایک خاندانی نظام قائم ہے اس لئے گھر کا سربراہ جو کہ دادا یا پھر والد ہوتا ہے وہ اکثر اپنے پوتوں، پوتیوں اور بچوں کی شادیاں اپنی ہی مرضی سے کرتے ہیں جس میں نہ تو لڑکے سے اس کی پسند کا پوچھا جاتا ہے اور نہ ہی لڑکی سے بلکہ لڑکی سے پوچھنے کو تو بہت سارے لوگ اپنی کمزوری اور بے عزتی سمجھتے ہیں کیونکہ ان کے گمان فاسد میں لڑکی کی کوئی قیمت ہی نہیں۔ اس لئے بہت سارے خاندانوں میں شادی بیاہ میں عموماً فیصلے والدین اور خاندان کے بزرگ ہی کرتے ہیں۔ بچوں کی پسند، ناپسند کا خیال نہیں رکھا جاتا جس کی بنا پر وہ شادی کرنے کے بعد ذہنی دباؤ کا شکار ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کو سمجھنے کی بجائے لڑائی جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں، حتیٰ کہ قتل کرنے تک بات پہنچ جاتی ہے اور قتل کے بعد غیرت کا نام لگا کر بات کو پھیلا دیا جاتا ہے کہ فلاں لڑکی یا عورت کے ناجائز تعلقات تھے جس کی بناء پر اس کو قتل کر دیا گیا۔ جبکہ اس کی بنیادی وجہ غیرت نہیں بلکہ ایک ناپسند لڑکی سے مجبوری میں شادی کا ہونا ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ شادی میں تاخیر کی وجہ سے بھی نوجوان نسل غلط تعلقات اور راستوں پر لگ جاتے ہیں جس کی وجہ سے بھی بعد میں غیرت کے نام پر قتل جیسے واقعات پیش آتے ہیں۔ اس لئے ضروت اس امر کی ہے کہ بالغ ہونے کے بعد بچوں کی شادیاں کرنی چاہئے۔ جلد از جلد کرائی جائے۔ نبی کریم ﷺ نے بھی اس بات کی ترغیب دی ہے۔ مشکوۃ المصابیح کی ایک روایت میں ہے: "جس شخص کے بچے ہوں اس کو چاہئے کہ ان کے اچھے نام رکھے، تعلیم و تربیت دے اور جب وہ بالغ ہو جائے تو اس کی شادی کرائے۔ اس لئے اگر بلوغت کے بعد والد نے شادی نہ کرائی اور اس بچے سے گناہ ہو گیا تو اس کا گناہ اس کے والد پر بھی ہو گا۔"[17] مشکوۃ المصابیح کی ایک اور روایت میں ہے: حضرت عمر اور انس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: تورات میں درج ہے کہ جس کی بیٹی بارہ سال کی ہو جائے اور وہ اس کا نکاح نہ کرے، پھر لڑکی سے کوئی گناہ ہو جائے تو باپ بھی گناہ گار ہو گا"۔ اس لئے نکاح کے معاملے میں تاخیر نہیں کرنی چاہئے۔ اور نکاح کے معاملے میں اولاد کی پسند ناپسند کا بھی خیال ضرور رکھنا چاہئے جس کی ترغیب دین اسلام نے بھی دی ہے تو نہ صرف جوان نسل بے راہ روی سے بچ سکتے ہیں بلکہ شیطانی راستوں کا قلع قمع ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اسی ناجائز تعلقات پر ہی لڑائیاں جنم لے کر قتل جیسے گھناؤنے جرم پر نتیجہ جا ٹھہرتا ہے۔ ان تمام باتوں پر عمل کرنے سے ہی قتل غیرت کا خاتمہ ممکن ہے۔

4۔ نکاح میں والدین کی رضامندی سے انکار کرنا

پاکستان کے اندر چونکہ ایک خاندانی نظام رائج ہے جس کے بہت سارے فوائد ایک طرف لیکن اس کے کچھ نقصانات بھی سامنے آتے ہیں ان میں سے ایک اپنی اولاد کی اپنی مرضی کے ساتھ رشتہ اور شادی کرانا ہے۔ اس معاملے میں والدین اپنی رضا اور چاہت کو اولاد کی چاہت اور رضا قرار دے کر ان کے نکاح کے لئے اپنی پسندیدہ جوڑے کے ساتھ معاملات طے کر دیتے ہیں ۔ اس رشتے کے بارے میں جب اولاد کو علم ہوتا ہے تو ان کا ردعمل انکار کی صورت میں ہی سامنے آجاتا ہے۔ اور پھر بعد میں وہ لڑائی کی شکل اختیار کر دیتا ہے۔ اس معاملے میں لڑکے کی بات تو کسی حد تک قبول کی جاتی ہے لیکن اگر کہیں پر لڑکی انکار کرے تو اس کے نتائج بعض اوقات قتل کی حد تک پہنچ جاتے ہیں اور اس کو یہ رنگ دیا جاتا ہے کہ اس لڑکی کے کہیں کسی اور کے ساتھ غلط تعلقات ہیں جس کی وجہ سے وہ اس رشتے سے انکار کرتی ہے۔ تو اس غلط فہمی کی گھر والے اس انکار کو اپنی عزت کے منافی سمجھ کر لڑکی کو موت کی گھاٹ اتارنے میں ذرا دیر نہیں کرتے۔ ہر روز کہیں نہ کہیں اس قسم کی خبریں آئے روز اخبارات میں دیکھنے کو ملتے ہیں۔ حالانکہ اولاد کی رضامندی کے بغیر نکاح کرانا ہی ایک شرعی جرم شمار ہوتا ہے۔ ہمارے معاشرے میں عموما لوگوں میں یہی تصور عام ہے کہ نکاح ولی کے بغیر نہیں ہوتا لیکن دوسری طرف ان احادیث کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے جن میں بالغ لڑکے اور لڑکی سے اجازت کا بھی واضح طور پر حکم دیا گیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ کی روایت ہے: "کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دوشیزہ اپنے ولی کی نسبت اپنے نفس کی زیادہ حقدار ہے جب کہ کنواری کا نکاح کرتے وقت اس کی مرضی پوچھی جائے گی اور اس کا اقرار اس کی خاموشی شمار کی جائے گی"۔[18] بعض روایت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ عورت کی عدم رضا کی صورت میں اولیاء کی طرف سے کئے گئے نکاح کو فسخ کرنے کا بھی اختیار ہے جیسا کہ حضرت خنساء رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے: "کہ وہ ثیبہ تھی اور اس کے والد نے اسکی شادی کسی ایسے شخص سے کردی جو ان کو پسند نہیں تھا۔ تو آپ ﷺ کی خدمت مین حاضر ہوئیں اور درخواست کی، آپ ﷺ نے انکے باپ کے کئے ہوئے نکاح کو رد فرمالیا۔[19] ان روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام نے اگر اولیاء کو نکاح کرانے کا حق تو دیا ہے لیکن اس کے ساتھ عورت کی رائے کو بھی پوری اہمیت دی ہے کیونکہ شادی عورت ہی کی ہو رہی ہوتی ہے اگر شادی کے وقت اس بات کا خیال نہ رکھا گیا تو آگے چل کر یہ شادی محبت کی بجائے نفرتوں میں تبدیل ہوگی۔ تبھی تو اسلام نے بیاہ کے وقت اولیاء پر عورت کی مرضی کو مقدم کیا ہے۔ عہد نبوی کے یہ مذکورہ واقعات اس بات کی واضح دلیل ہے کہ نبی ﷺ نے اولیاء کو حق دینے کے باوجود باپ کی رضا پر عورت کی رضا کو ترجیح دی۔ حضرت عبد اللہ بن بریدہ رضی اللہ سے روایت ہے کہ ایک کنواری لڑکی آپ ﷺ کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ میرے والد نے میرا نکاح میری مرضی کے بغیر اپنے بھتیجے سے کیا ہے جس کی وجہ سے وہ ان کی کمزوری کو میری وجہ سے ختم کرنا چاہتا ہے۔ کیا مجھے کوئی اجازت ہے؟۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں تجھے نکاح ختم کرنے کی اجازت ہے پھر اس عورت نے کہا کہ میں اپنے والد کے فیصلے کو ختم نہیں کرنا چاہتی تھی بلکہ میرا مقصود یہ تھا کہ عورتوں کو اس بارے میں علم ہو جائے کہ ان کو اختیار ہے یا نہیں۔"[20]

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ دین اسلام نے نکاح کے معاملے میں والدین اور اولاد دونوں کی رضامندی اور حقوق کا خیال رکھا ہے اس لئے ضروری ہے کہ دونوں طرف سے شادی بیاہ کے معاملے میں ایک دوسرے کے رضا کا مقدور بھر خیال رکھا جائے۔ اگر لڑکی شادی سے انکار کر دے یا مرد تو اس کے ساتھ زبردستی نہیں کرنی چاہیے بلکہ ان کی رضامندی کا خیال رکھا جائے کیونکہ قرآن کریم کی رو سے شادی تو سکون اور راحت کا بہترین ذریعہ ہے لہذا جب بندہ رشتے پہ ہی خوش نہ ہو تو اس رشتے سے ان کو سکون ہی

کیا ملے گا۔ مزید یہ کہ اولیاء کی پسندیدہ رشتے سے انکار کرنا تو کوئی بے شرمی یا بے حیائی کی بات بھی نہیں کی جس کی وجہ سے کوئی اشتعال میں آکر اس انکار کو خلاف عزت قرار دے اپنی اولاد یا رشتہ دار کو قتل بھی کرے۔

خلاصۂ کلام

دین اسلام ایک مکمل دین اور ضابطہ حیات ہے۔ دین اسلام نے پر سکون زندگی گزارنے کے لئے ہر انسان کو اپنی دائرہ کار میں رہتے ہوئے اپنے فرائض اور امور کو انجام دینے کا پابند بنایا ہے۔ کسی کو یہ حق نہیں دیا کہ وہ اپنے دائرہ کار سے نکل کر دوسروں کے امور میں اپنی من مانی کرے اور ان پر اپنی رائے مسلط کرے اور ان پر عمل کرنے کا پابند کرے۔ اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر بندہ اپنی دائرہ کار کو سمجھے اور دوسروں کی حق تلفی اور ناراضگی سے نہ صرف اپنے کو بچائے بلکہ ان کو موقع ہی نہ دے کہ دوسرا شخص ان کی نراضگی یا مخالفت میں آکر اس کی اطاعت کا انکار کر بیٹھے۔ کیونکہ جب ہر کوئی اپنی دائرہ کار اپنی فرائض کی حد تک اپنے آپ کو محدود رکھے گا تو پھر کسی قسم کے مسائل اور مشکلات بھی سامنے نہیں آئیں گے اور نہ ہی معاشرے میں دوسروں کو تکلیف کا باعث رہے گا۔ دور حاضر میں معاشرے می امن و آمان کی بگڑی صورت حال اور نوجوان مرد اور عورتوں کی جان سے کھیلنے والے واقعات اس بات کی واضح ثبوت ہے کہ بحثیت مسلمان ہم نے اپنے دائرہ کار اور فرائض کو چھوڑ کر دوسروں کے اوپر اپنی مرضی کو مسلط کرنے کے درپے ہیں اور اسی طرح دوسروں کی خواہشات کو اپنی عزت اور ناموس کے خلاف قرار دے کر ان سے زندہ رہنا کا حق چھیننا کہاں کی مسلمانی ہے؟ دراصل مسئلہ ہمارے ہاں دین کا نہیں بلکہ اپنی من مانی اور رسم و رواج ہیں جس کی وجہ سے ہم عظیم سے عظیم تر گناہ کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں لیکن اپنی عزت پر کوئی آنچ نہ آئے۔ جیسا کہ مقالے میں ہم نے قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت کے ساتھ بیان فرمادیا کہ کسی انسان کو قتل کرنا اللہ تعالی کے بہت ہی بڑا جرم اور گناہ ہے۔ اسی طرح اگر کسی کو قصاص میں قتل کرنا بھی ہو تو بھی کسی کو حق نہیں کہ وہ براہ راست ان کو قتل کرے بلکہ یہ حق صرف حکومت وقت کے پاس ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی معلوم ہوا کہ محض کسی شخص کو غلط فہمی کی بناء پر قتل کرنا بھی جرم ہے اور اس کی وجہ سے قصاص لیا جائے گا۔ اس کے علاوہ غیرت کی بناء پر قتل کی مختلف صورتیں بھی سامنے آئیں کہ اگر کسی شخص نے مقتول کو اپنے گھر میں قابل اعتراض حالت میں دیکھ کر جذبات میں آکر عین اسی وقت قتل کردیا تو وہ شخص عند اللہ مجرم نہیں ہو گا۔ لیکن اگر کسی نے محض صرف شک کی بنیاد پر کسی کو قتل کردیا تو وہ قاتل مجر تصور کیا جائے گا۔ اور ان سے قصاص لیا جائے گا۔ مزید یہ کہ کسی کو یہ اختیار نہیں کہ وہ کسی مرد یا عورت کو پسند کی شادی کرنے کی وجہ سے یا پھر اپنی پسندیدہ شادی سے انکار کی صورت میں ان کے انکار کو اپنی بے عزتی تصور کر کے ان کو قتل کرے یہ بالکل واضح جرم اور عظیم تر گناہ ہے جس کی سزا جہنم کی آگ ہو گی۔

References

[1] Abu Ammar Zahira r Rashedi, Gherat ka jazba awr us ki Shargi Hudud-page, 05.
[2] Al-Afrīqī, Lisān al-'Arab, 5:37
[3] Sahih Buhāri- Imam Buhāri, Hadis, 5220.
[4] Sahih Buhāri- Imam Buhāri, Hadis, 6846.
[5] Al-Nisā, 4: 93
[6] Ibn Kasir, Tafsir1:535.
[7] Al-Baqara1: 178.

[8] Muslim ibn Ḥajjāj al-Qusheirī, Al-Saḥīḥ (Karachi: Qadīmī Kutub Khānah, 1375 AH), Hadis, 221
[9] Imam Muslim, Al-Saḥīḥ, Hadis, 4381.
[10] Imam Tirmizī, Sunan Al-Tirmizī, Hadis, 1398
[11] Ibn Māja Sunan, Hadis, 2605.
[12] Ibn Māja Sunan, Hadis 2606۔
[13]Abdul Qadir Awda, Islam ka Nizam-e Qanon, page,70.۔
[14] Imam Beyhaqi, Sunan Al-Kubra, Hadis, 17674.
[15]Al-Nisā, 4: 03
[16] Abū Dāwūd, Sulymān ibn al-Ash'ath al-Sijistānī, Sunan Abī Dāwūd Hadis, 2082۔
[17] Miskat al-Masabih, Hadis, 3138.
[18] Imam Muslim, Al-Saḥīḥ, Hadis, 1421.
[19]،Abū Dāwūd, Sunan Abī Dāwūd Hadis, 2101.
[20] Abū Bakar Abdullah ibn Muhammad, Al-Muṣannaf ,6:395